(چوتھی قسط)

فن

تاریخ گوئی کی ابتداء

از

ڈاکٹر آفتاب احمد خاں ڈبل ایم، اے. پی، ایچ، ڈی (لیکچرر)
انٹر کالج اٹاوہ ضلع کوٹہ (راجستھان)

ڈاکٹر فرمان فتحپوری کے علاوہ مذکورہ تعریف ہائے تاریخ میں بعض کا اطلاق صرف مادہٗ تاریخ پر ہوتا ہے اور بعض میں امورِ عظام و شہور کی قید عائد کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ عظیم واقعات اور مشاہیر کی ولادت ورحلت وغیرہ کی تاریخیں ہی بالعموم یاد رکھی جاتی ہیں، تاہم ایسی تعریف ہائے تاریخ کو ہم مکمل نہیں کہہ سکتے کیونکہ فن تاریخ گوئی کے لٹریچر میں معمولی نوعیت کے واقعات کی تاریخیں بھی اساتذہ فن نے برآمد کی ہیں جس کے سبب ان غیر اہم واقعات کو بھی تاریخی (Historical) اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ خواہ ایسی تاریخیں تفنن طبع و مہارت فن اور استادانہ کمال دکھانے کے لئے ہی کہی گئی ہوں۔ دراصل اس فن کی آفاقیت اور ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ کائنات میں رونما ہونے والے حوادث و سانحات میں ایسا کوئی واقعہ حادثہ اور سانحہ ایسا نہیں جس کے لئے تاریخ گوئی کے دامن میں گنجائش نہ ہو۔ یہی سبب ہے کہ ولادت وارتحال، تقاریب ختنہ و عقیقہ، تسمیہ خوانی، حفظ قرآن و شادی اور فراغت تعلیم، تقرریٔ ملازمت، ترقی و معزولی ملازمت، خطاب یابی و بیماری و غسل صحت، رسیدات و صولیابی تحائف تعمیر عمارات، شروعات تجارت، کتابوں کی تصنیف و تالیف کی طباعت واشاعت، بادشاہوں کی تخت نشینی، فتوحات اور شکست و ہزیمت میدان جنگ سے فرار اور قدرتی حوادث وغیرہ یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں مہد سے لحد تک رونما ہونے والے اہم وغیر اہم واقعات کی تاریخیں اساتذہ نے برمحل موزوں کی ہیں۔ چنانچہ ان امور کے پیش نظر تعریف تاریخ یہ ہوگی: "جس فن کے ذریعہ بلا تخصیص امور عظام انسانی زندگی میں وقوع پذیر

ہونے والے چھوٹے بڑے ہر قسم کے واقعات کے سالہائے مسنوح کسی حرف یا حروف، لفظ یا الفاظ یا عبارت منثور یا منظوم میں بحساب جمل مکتوبی حروف کے اعتبار سے رائج الوقت سنین میں محفوظ کر دیئے جائیں اسے اصلاحاً تاریخ یا تاریخ گوئی کہا جا سکتا ہے۔"

موجد تاریخ گوئی: حروف ابجد کی ترتیب کے سلسلہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس کی ایجاد کے بارے میں اختلاف رائے ہے اسی لئے حساب جمل اور تاریخ گوئی کے موجد کا بھی کوئی سراغ نہیں ملتا کہ اس فن کا موجد کون تھا اور وہ کہاں کا باشندہ یا کس عہد کی شخصیت تھا۔ اس بات کا بھی کچھ پتا نہیں چلتا کہ اس نے کلمات ابجد کو تاریخ گوئی کے لئے استعمال کرنے کا تصور کہاں سے لیا۔ ابوریحان البیرونی (م ۱۰۲۸ء) نے بھی اپنی تصانیف علم جفر[1] ونجوم میں حساب جمل کے موجد کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا جبکہ وہ خود علم جفر کا استاد کامل تھا۔ لہٰذا غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ فن تاریخ گوئی انسانی فطرت کے اس بنیادی تقاضہ کی تحریک ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہنا چاہتا ہے اور کوئی یاد ایسی چھوڑ دینا چاہتا ہے کہ لوگ اسے یاد رکھیں اور تاریخ کے اوراق پارینہ میں اس کا نام ثبت رہے۔ اسی نفسیاتی سبب سے ممکن ہے کہ اس فن کی ایجاد کی گئی ہو تا کہ اس کے ذریعہ اس کے کارنامے تاریخ کا حصہ بن جائیں اور لوگوں کی زبانوں پر رہیں۔ بہر حال ہمیں اس کے موجد کی ذہانت کی داد ضرور دینی چاہئے۔[2]

مادۂ تاریخ: تاریخ گوئی کے تعلق سے "مادۂ تاریخ" کے بارے میں غور کرنا بھی ضروری ہے۔ لغت میں "مادہ" بتشدید دال ہر چیز کی اصل اور ہر شے کے سامان ترکیب کو کہتے ہیں جو دوسری شے بنانے کے لئے ہوتا ہے۔[3] فن تاریخ گوئی میں وہ حرف، حروف، لفظ، الفاظ یا فقرہ یا مصرع مادہ کہلاتا ہے جس کے حروف کی عددی قیمت کا بحساب ابجد میزان کرنے پر کسی واقعہ کا سنہ مقصود بر آمد ہو جائے۔ بقول ڈاکٹر محمد انصار اللہ صاحب نظر "وہ عدد یا اعداد کا مجموعہ (برائے صوری تاریخ) اور حروف یا کلمات یا ان کا مجموعہ جس سے (بحساب جمل) تاریخ

---

[1] ایک علم کا نام جو حروف تہجی سے متعلق ہے جس کے قاعدے سے غیب کی خبر معلوم ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس علم کے موجد امام جعفر صادق ہیں۔

[2] مناديد تاریخ گوئی، مشمولہ مجلہ دانش ویژہ (خاص) نامہ نمبر ۵ تا ۷ صفحہ ۲۲۴، اسلام آباد (پاکستان)

[3] "مادہ بتشدید اصل ہر چیز و سامان ترکیب ہر شے کہ مدد باشد برائے غیرے" رک غیاث اللغات صفحہ ۳۹۴

کا اظہار ہو "مادۂ تاریخ" کہا جائے گا۔[1] اسے اردو میں رمز یا مادہ اور ترکی میں تاریخ کہتے ہیں۔[2] مادۂ تاریخ نثر و نظم دونوں میں ہو سکتا ہے، مگر خوبی مادہ یہ ہے کہ وہ دلچسپ اور واقعہ کا مشعر ہو، معمے کی طرح دشوار اور پیچیدہ نہ ہو بلکہ آسان، بے تکلف، حشو و زوائد سے پاک اور بدیہہ گوئی کا نمونہ ہو۔ بقول پروفیسر سید حنیف نقوی:

"مادۂ تاریخ کی سب سے بڑی خوبی یہ تصور کی جاتی ہے کہ وہ جس خاص واقعے سے تعلق رکھتا ہو اس کا پوری طرح عکاس ہو[-] اور اس کے علاوہ اسی قسم کے کسی دوسرے واقعے پر اس کا انطباق نہ کیا جا سکے۔ ولادت وفات یا اسی قسم کے دوسرے موقع پر کہی جانے والی وہ تاریخیں جو کسی ایک سال کے اندر پیش آنے والے اپنی نوعیت کے تمام واقعات کے لئے یکساں طور پر موزوں اور مناسب ہوں کسی ندرت کی حامل نہیں ہوتیں۔ بطور مثال سید مسعود حسن مسعود کی یہ تاریخ دیکھئے:

یکایک یہ مسعود آئی ندا الکھ دو سال وفات (عندلیب تواریخ، صفحہ: ۲۰۵) تاریخ (مادہ) کا
۱۳۵۹ھ
دوسرا قابل لحاظ حسن یہ ہے کہ وہ حشو و زوائد سے پاک اور تعمیہ (تدخلہ) و تخرجہ کے عیوب سے مبرا ہونا چاہئے۔[3]

تاریخ گوئی میں دشوار ترین اور دماغ سوز عمل کسی ایسے لفظ یا فقرہ یعنی مادہ کی تلاش ہے جس کے مکتوبی حروف کی قیمتوں کو بحساب جمل شمار کرنے پر ایک مقررہ عدد حاصل ہو جائے۔ مادہ برآمد کرنے کے اس دشوار گزار مرحلہ کے پیش نظر ہی تاریخ گوئی کے مسلم الثبوت استاد محمد علی جویا کا قول ہے کہ "تاریخ گوئی نفس سخن ہے اور مادہ گفتار مگر نہایت دشوار، ع "تاریخ بر نیاید تاریخ بر نیاید" یعنی تا وقتیکہ رنج بر نیاید تاریخ بر نیاید"[4] (جب تک محنت و تکلیف نہ اٹھائی جائے تاریخ نہیں ہوتی۔)

عربی و فارسی کی طرح اردو میں بھی مادہ تاریخ برآمد کرنا زبردست چیلنج، ذہنی کاوش،

---

[1] اصنادید تاریخ گوئی، صفحہ ۲۱۱ تا ۲۲۶

[2] اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۸: ۷۵ لاہور

[-] مثلاً حالی کی تاریخ وفات پر مولانا صفی لکھنوی کا یہ تاریخی شعر ملاحظہ ہو:
تاریخ وفات خواجہ حالی ہستی حالی سے حیف خالی" ۱۳۳۳ھ (علم تواریخ، ص ۸۳)

[3] مقالہ "تاریخی مادے۔ صحت متن اور استنباط نتائج" مشمولہ ششماہی "نوائے ادب" بمبئی اپریل ۱۹۷۶ء ص ۵۶

[4] خیابان تاریخ، ص ۶

یکسوئی اور فرصت کا عمل ہے۔ یہ عمل اصلاً کوہ کندن وکاہ بر آوردن کا مصداق ہے۔ مادہ بر آمد کرنے کے لئے تاریخ گو عام طور پر موقع و محل کی رعایت سے اولاً چند مناسب و موزوں الفاظ کا انتخاب کرتا اور عدد جوڑتا ہے اس کے بعد باقی ماندہ اعداد حاصل کرنے کے لئے لفظ یا فقرہ تلاش کرتا ہے جس سے مطلوبہ سنہ بر آمد ہو سکے۔ فرض کیجئے مادۂ تاریخ سے ۱۹۹۰ء پیدا کرنا ہے اور موقع ولادت فرزند کا ہے۔ اس کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم پہلے دو لفظ ''فروغ احمد'' کا انتخاب کریں جن کے اعداد کا میزان ۱۳۳۹ ہوتا ہے۔ اب ایسا لفظ ڈھونڈھنا ہے جو (۶۵۱) عدد کے مساوی ہو تاکہ (۱۳۳۹) اور (۶۵۱) کا میزان ۱۹۹۰ء ہو جائے ظاہر ہے کہ نام کی مناسبت سے ایسا لفظ ''خان'' ہے جس کی قیمت ۶۵۱ ہے۔ اس لئے نوزائیدہ بچہ کا تاریخی نام ''فروغ احمد خاں'' ہوگا جس سے سن ولادت ۱۹۹۰ء میلادی بر آمد ہو رہا ہے اور سنہ ہجری میں ''اقتدار احمد خاں'' (۱۴۱۰ھ) اگرچہ مادہ حاصل کرنے کے لئے اس طریقہ کار کی حیثیت قاعدہ کلیہ کی نہیں ہے کیونکہ بہت سے مادے الہامی نوعیت کے اور برجستہ ہوتے ہیں۔ تاہم یہ آسان ترکیب مادہ مستخرج کرنے میں معاونت ضرور کرتی ہے۔[1]

تاریخ بر آمد کرتے وقت امور ذیل کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) مادۂ تاریخ کا اظہار ہمیشہ حرف جر (Preposition) ''فی'' (میں) یا ''عام'' (سال) یا سنہ یعنی فلاں سال وغیرہ میں سے کسی ایک لفظ سے کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں مادہ جس سنہ رائجہ میں بھی حاصل ہوتا ہو اس کی طرف واضح الفاظ میں اشارہ کرنا بہتر ہے تاکہ مصرع یا فقرہ کے نیچے یا سامنے سنہ لکھا ہوا نہ ہو تب بھی قاری وہی سنہ بر آمد کر سکے۔ مثلاً حکیم سعادت علی خاں نائب ریاست رامپور (م ۱۸۶۶ء) کی وفات کے قطعہ کا تاریخی شعر ہے۔

سن عیسوی میں ہے تاریخ فوت ''سعادت علی خاں نے پائی وفات''[2] ۱۸۶۶ء

(۲) جہاں تک ممکن ہو مادہ ناقص الاعداد یا زائد الاعداد نہ ہو بلکہ سالم الاعداد ہونا چاہئے۔ مادۂ تاریخ جتنا صاف و سادہ، برمحل و برجستہ ہوگا اتنا ہی پر لطف اور بہتر ہوگا۔ بطور مثال: ''عید

---

[1] ملاحظہ ہو: خیابان تاریخ، ص ۵، ۲۳ تا ۲۴، معلم التاریخ از علی امجد حسین بدایونی ص ۱۰۔ انیس سو بیس سی از شمیم امروہوی ص ۹ نیز لغات ابجد شماری از ڈاکٹر سید احمد (کناڈا) ورق ۱۳ وغیرہ

[2] دیوان تواریخ از سید آل محمد بلگرامی، ص ۳۱ مطبع نور الانوار، آرہ ۱۲۹۶ھ

قرباں بھی ہے قرباں شاہ پر" ۱۳۳۰ھ

(۳) الفاظ ذیل برائے قول آتے ہیں اس لئے انہیں عموماً مادہ کی ابتداء میں لانا چاہئے تاکہ یہ شامل مادہ نہ ہوں۔ بعض دفعہ یہ مادہ کے آخر میں بھی وارد ہوتے ہیں:

"ہست، است، باشد، گو، گفت، بشنو، کہہ، کہیے، ہاتف، ملہم، سروش، غیب، رضواں، ملک، فلک، عقل، دل خود وغیرہ۔ مثال کے طور پر: "کہہ" عبادت خانۂ عالی بنا ۱۲۹۷ھ "کہہ" شامل مادہ نہیں ہے۔

کاف بیانیہ (کہ) جب مادہ کے شروع میں آئے تو محسوب نہیں ہوگا مثلاً:

سروش غیب نے تاریخ کیا اچھی کہی محسن کہ "یاد مصطفیٰ سچا وسیلہ ہے شفاعت کا" ۱۳۰۶ھ۔

لیکن درمیان میں واقع ہو تو مادہ میں شامل ہوگا: "چھپا دیواں کہ تصویر معانی کا سراپا ہے" ۱۲۸۵ھ

(۴) "کل مغل پوں" (۱۱۷۹ھ) جیسی دل آزار، طنزیہ اور ہجویہ تاریخ سے احتراز کرنا چاہیے خواہ وہ ہجو ملیح ہو یا قبیح وصریح کم از کم اس کی آخر الذکر دو اقسام سے گریز تہذیب کا تقاضہ ہے۔ گرچہ شعرائے فارسی و اردو نے ہر دور میں اس قبیل کی تاریخیں کہی ہیں۔ مگر بعض شعرا کو اس کی پاداش میں سزا کا مرتکب بھی ہونا پڑا ہے۔

(۵) مادۂ تاریخ کو تہنیت و تعزیت کی تقریب سے ہم آہنگ ہونا چاہئے۔ خلاف واقعہ اور مشتبہ مصرعہ سے پرہیز ضروری ہے مثلاً کسی کی وفات پر،، مٹی خراب" (۱۲۵۳ھ) کہنے کے بجائے "مات بخیر" (۱۲۵۳ھ) بھی کہا جا سکتا ہے۔

(۶) تاریخ بکھیڑے کی نہ ہو کیونکہ تکلیف اور صنائع کی پیچیدگی تاریخ کی برجستگی اور اس کا منشاء و مقصد ہی فوت کر دیتی ہے۔ دور کی کوڑی لانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی تاریخوں کے لئے ہم نے "پایان نامہ" کے باب دوم "اقسام اور صنائع" کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

(۷) تاریخ گوئی کا مقصد آسان طریقے سے مطلوبہ سال پیدا کرنا ہوتا ہے اس لئے ممکنہ حد تک تاریخ میں صنعت ریاضی کے چاروں بنیادی طریقوں جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم نیز فروعی طریقوں صنعت نادر اور طریقۂ توالی وغیرہ کے عمل کو برتنے سے بچا جائے تاکہ تاریخ گورکھ دھندا نہ بن جائے۔ صنعت ریاضی میں مادہ کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا

ہے۔[1] لیکن تاریخ میں صنعت حسابیہ یا کسی دیگر صنعت کو بروئے کار لایا گیا ہے یا تعمیہ (تدخلہ و تخرجہ) کو ضرورتاً استعمال کیا گیا ہے تو اس کی جانب اشارہ کردینا ضروری ہے مثلاً جلیل کے دیوان "تاج سخن" کی اشاعت پر نجم رامپوری کہتے ہیں:

'دیواں' کو لیکے 'ایک' یہ کہتا نکل گیا "دل کی جگہ بغل میں ہو دیواں جلیلؔ کا"

(۱۴۰۰ـ۷۲):۱۳۲۸ھ

(۸) کسی مادہ کے صرف حروف معجمہ یا مہملہ سے مطلوبہ سال برآمد کرنا اگرچہ آسان ہوتا ہے مگر اس صورت میں بقیہ حروف منقوطہ یا غیر منقوطہ بیکار و معطل رہتے ہیں۔ مثلاً صنعت اعجام میں یہ مادہ ملاحظہ ہو:"کہ حروف معجمہ میں کہہ دو تاریخ کہ رضواں کو ثمینہ ہو مبارک، ۱۴۱۲ھ لہذا مادہ کے تمام الفاظ (معجمہ و مہملہ) سے تاریخ مکمل کی جائے۔ لیکن ایک ہی مادہ تاریخ میں صنعت اعجام اور اہمال سے علیحدہ علیحدہ طور پر مطلوبہ سال نکالا جائے تو وہ مادہ تاریخ گوئی کے فن میں ایک اعلیٰ مثال ہوگا۔ بطور مثال درج ذیل تاریخ اس کا عمدہ نمونہ ہے:

منقوط میں ہجری ملے مصرع میں پائے عیسوی "لو مر گیا ہے آل احمد غمزدہ ہاشم علی

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء

لیکن اس مادہ میں غیر منقوطہ حروف سے تاریخ برآمد نہیں کی گئی۔ اگرچہ کوئی حرف معطل نہیں رہا۔ چنانچہ جویاؔ کی یہ تاریخ ملاحظہ ہو:

از حروف معجمہ و مہملہ تاریخ گفت "روضۂ فردوس ور شک صد جمال ہر ورق

(معجمہ و مہملہ سے ۱۲۸۳ھ)

یعنی مادہ کے حروف معجمہ "ض+ف+ش+ج+ق" کی قیمت ۱۲۸۳ ہوتی ہے جو مطلوبہ سنہ ہے۔ باقیماندہ حروف مہملہ سے بھی ۱۲۸۳ حاصل ہو رہا ہے۔

(۹) مادہ کے حروف کے میزان میں بعض دفعہ تاریخ گو سے سہو سرزد ہو جاتا ہے۔ اس لئے مادہ برآمد کرنے کے بعد اس کے الفاظ کے تمام مکتوبی حروف کا بحساب ابجد (تاریخ گوئی کے ضوابط و قواعد کے تحت) از سر نو میزان کر لینا چاہئے۔ ایسی اغلاط

---

[1] ملاحظہ ہو دانش نامہ تحقیق باب دوم کے تحت صنعت ریاضی۔

[2] خیابان تاریخ (سرود غیبی) ص ۷۷۔

نہایت مشاق اور عبقری (Genius) تاریخ گویوں کے یہاں بھی مل جاتی ہیں۔ مثلاً میر مہدی مجروح کہتے ہیں:

پئے سال تاریخ مجروح نے   کہا "ہے یہی گلستان سخن"[۱]

۱۳۱۶ھ (کذا ۱۳۱۱ھ)

یار تن پنڈوروی کہتے ہیں: "بن گیا ہے جلوۂ فردوس فردوسِ نظر"[۲] ۱۹۶۳ء (کذا ۱۹۹۲ء)

(۱۰) مادہ کے الفاظ میں صحت املا کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ یعنی جس املا سے سنہ مطلوب حاصل کیا ہے وہی لکھا جائے۔ مثلاً بائے موحدہ (بمعنی ساتھ، سے) کو عام طور پر تین طرح لکھا جاتا ہے یعنی "ب، با اور بہ" اسی طرح نون نفی ن، نا نہ (ندیدہ، ناخواندہ) چونکہ مادۂ تاریخ میں ہر لفظ اپنے مخصوص املا کے ساتھ ایک خاص قیمت رکھتا ہے اور اس کی ظاہری ہیئت گوہر مقصود کی تلاش میں چراغ رہ کا کام دیتی ہے۔ اس لئے تاریخ گویا ناقل کے نوک خامہ کی ہلکی سی جنبش "ب" کو "با اور بہ" بنا سکتی ہے۔ جس سے مادہ لاحاصل اور اس کا وجود گمراہ کن ہو جاتا ہے مثال کے طور پر مومن کی وفات کا مادہ۔ "بشکست دست وبازو" (۱۲۶۸ھ) کئی تصنیفات میں۔ "بہ شکست دست وبازو" لکھا ہوا ملتا ہے۔[۳] جس کے سبب ۱۲۷۳ خارج ہوتے ہیں۔ کاتب کا تصرف و تحریف اور کبھی مصحح کا اشہب قلم بھی کچھ کم کرشمہ نہیں دکھلاتا۔[۴]

(۱۱) مکمل مصرعہ یا جملہ مادۂ تاریخ ہونا چاہئے مثلاً "پیدا ہوا ساعت میں قمر کی مہ آفاق" (۱۲۵۷ھ) فقرے یا مصرعے کے ایک جزو کو مادہ بنانا مناسب نہیں، جیسے رجب علی بیگ سرور

۱۔ مظہر معانی معروف بہ دیوان مجروح، ص ۲۴۰، سرفراز پریس، دہلی ۱۳۱۶ھ۔

۲۔ فن تاریخ گوئی از علامہ رتن پنڈوروی، ص ۹۲، جمال پریس دہلی ۱۹۸۴ء، نیز جلیل مانکپوری جیسے باکمال استاد کی یہ تاریخ بھی ملاحظہ ہو:

جلیل اس جشن کی تاریخ کیا نایاب نکلی ہے   "یہ آصفجاہ سابع تاجدار ہفت کشور ہو"

۱۹۱۶ء (کذا ۱۹۵۹ء) (جان سخن، ص ۲۳۹)

۳۔ دیکھیے تاریخ ادب اردو از رام بابو سکسینہ مترجمہ مرزا محمد عسکری، ص ۳۰۹، ۱۹۸۶ء لکھنو، دیوان مومن مع شرح مرتبہ پروفیسر ضیاء احمد بدایونی، ص ۱۳۱ طبع پنجم، شانتی پریس الہ آباد، سنہ اشاعت درج نہیں، کلیاتِ مومن صفحہ "ج" ناشر رام نرائن لال بنی مادھو الہ آباد ۱۹۷۱ء نیز "مومن خاں مومن۔ حیات اور شاعری" مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد، ص ۲۰۰ ناشر غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی دسمبر ۱۹۹۱ء

۴۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو مضمون "تاریخ قطعات اور تغیر املا کے نتائج" از عبد الرؤف خاں مشمولہ سہ ماہی نخلستان جے پور بابت جولائی تا دسمبر ۱۹۹۳ء

کی تصنیف "فسانۂ عجائب" کا سال اختتام نوازش حسین خاں نوازش لکھنوی نے یہ لکھا ہے:

فلک ایں "گلستانِ بے خزاں داد" ۱۲۴۰ھ

یہاں یا تو پورا مصرع مادہ تاریخ ہونا چاہئے تھا یا محض "گلستانِ بے خزاں داد" کیونکہ مصرع اولیٰ:

"بجستم سال تاریخش نوازش"[۱]

ہے یعنی قول شاعر ثانی مصرع میں "فلک ایں" نہ ہو کر پہلے مصرع میں موجود ہے۔

(۱۲) "زہے، خہے" جیسے کلمات تحسین و تعجب الفاظ آورد ہیں آمد نہیں۔ اس لئے مناسب مقام پر ہی انہیں استعمال کرنا چاہئے ورنہ نہیں۔ املا میں غلط العام کی پیروی کرنا چاہئے جیسے "طپش اور طپانچہ" کو تائے مثنات سے لکھنا صحیح ہے۔ مثلاً:

سال طبع اوسکا دل رنگین سے
کہا گلچیں نے 'زہے باغ و بہار
۱۲۳۹ھ (باغ و بہار از میر امن دہلوی صفحہ آخریں مطبع مصطفائی لکھنو ۱۲۵۹ھ)

(۱۳) مصرع بہ لحاظ اوزان تمام عروضی قیود کا پابند رہے۔ نظم کو نثر پر ترجیح دی جائے۔ مادہ کو باقی عبارت یا اشعار سے وادین میں لکھ کر نمایاں اور ممتاز کر دیا جائے۔

(۱۴) حسابی مہارت بھی ضروری ہے۔ بلکہ عقد انامل (انگلیوں کے پوروں کی حرکات) کے ذریعہ شمار کرنے کی مشق اور مزاولت ہو تو بہتر ہے تاکہ ادھر مادہ مکمل ہو اور ادھر میزان کی تکمیل۔

(۱۵) جہاں تک ممکن ہو مادہ آیت پاک یا حدیث مبارکہ میں تلاش کیا جائے ورنہ ضرب المثل میں یا پھر کلمۂ صفت و موصوف، مضاف و مضاف الیہ ورنہ یک لفظی حاصل کیا جائے یا شعر میں جو مطابق واقعہ اور مطلوبہ سنہ کی ٹھیک عکاسی کرتا ہو۔ الفاظ مہمل و بے معنی نہ ہوں اور نہ خلاف واقعہ۔[۲]

---

۱ فسانۂ عجائب مرتبہ پروفیسر رشید حسن خاں ص ۳۴۴ ناشر انجمن ترقی اردو نئی دہلی ۱۹۹۰ء

۲ مادہ کے سلسلہ میں نمبر ۱ تا ۱۵ کے لئے دیکھیے: خیابان تاریخ، ص:۸، ملہم تاریخ ص:۶، ۱۳، ۱۸، و ۲۱، افادۂ تاریخ ص:۱۰، بحر الفصاحت ص:۹۱۶، نوحۂ تاریخ ص:۴۵ و ۴۶، معلم التاریخ ص:۶۰۹ غرائب الجمل ص:۱۷۵ تا ۱۸۰، فن تاریخ گوئی از درد کاکوروی، گنجینۂ تاریخ از شفق رضوی عماد پوری ص:۹، آزاد پریس ڈالی گنج لکھنو ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء فن تاریخ گوئی از رتن پنڈوروی ص:۱۷ تا ۱۸ نیز اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۸:۱۷۶ لاہور۔